Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

The Internal Conflict Of Characters In The Short Stories Of Qurratul Ain Haider

قرۃالعین حیدر کے افسانوں میں کرداروں کی داخلی کش مکش

Dr. Parveen Kallu
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad

Dr. Saira Irshad
Assistant Professor, Urdu Department Government Sadiq College Women University Bahawalpur

Dr. Muhammad Rahman*
Assistant Professor Urdu Department Hazara Univetsity Mansehra,
drmrehman75@gmail.com

Abstract
Quratul Ain Haider is a great writer of Urdu fiction whose stories depict human psychology, civilizational crisis, identity issues and internal conflict in a very artistic manner. Her characters are not only victims of external circumstances, but also experience intense anxiety, restlessness and intellectual conflict within themselves Internal conflict in Quratul Ain Haider's stories mostly arises as a result of cultural change, migration, loneliness, love, identity and the clash between past and present. She deeply felt the mental crisis that the changing social and cultural conditions faced by man after the partition of India and presented it through her characters. Her characters often appear to be suspended between two civilizations, two eras or two ideologies. On one side are Eastern values and traditions and on the other side is the modern Western way of thinking. This contradiction creates anxiety and intellectual chaos within her characters. Many of her characters seem to be suffering from the fear of losing their identity.The characters of women in the stories are also an important manifestation of internal conflict. His women appear to be entangled between love, freedom, social restrictions and personal desires. Despite being apparently strong and educated, they suffer from loneliness and insecurity from within. In “Aag Ka Darya” and other fictional works, the continuity of time, history and civilization has further deepened the psychological complexity of the characters. His characters are engaged in a continuous mental conflict between the memories of the past and the realities of the present. Quratul Ain Haider has presented the inner state of the characters very effectively through the use of stream of consciousness, symbolic style, internal dialogue and psychological analysis. This is why his stories are not just stories of events but become an in-depth study of the complex world of the human soul and mind. In short, the internal conflict of the characters in Quratul Ain Haider's stories is a symbol of the cultural, psychological and intellectual crisis of modern man, which he has made a part of Urdu literature in a very sensitive and artistic way.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

Key Words: Quratul Ain Haider, psychology, civilizational crisis, identity issues, internal conflict, "Aag Ka Darya", cultural change, migration, loneliness, love, identity, the clash between past and present.

جب ہم اردو افسانہ کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے ہر تحریک اور رجحان سے اثر لیا۔ اسی حوالے سے آج ہم قرۃ العین حیدر کی افسانہ نگاری پر نظر دوڑاتے ہیں جہاں ہمیں معاشرے کا مقتدر طبقہ نظر آتا ہے۔ انھوں نے تقسیمِ ہند سے قبل ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے وہ ایسے دور سے تعلق رکھتی ہیں جو اصلاحی دور تھا۔ اس کے بعد بھی وہ مسلسل لکھتی رہیں اور اکیسویں صدی تک ان کا تخلیقی سفر جاری رہا۔ ان کی خصوصیات یہ ہیں کہ ان کے کردار داخلی کش مکش کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان نفسیاتی مسائل کو بڑے احسن طریقے سے پیش کرتی ہیں۔ ان کے ہاں نفسیاتی مسائل کا فلسفیانہ بیان ملتا ہے۔ ان کے ہاں معاصر شعور سے آگہی ملتی ہے اور تہذیب و ثقافت اور جہان و کائنات کے مسائل کا بیان ملتا ہے۔ ساتھ ساتھ ماضی کی بازیافت کا بیان بھی ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں کرداروں کی بے سروسامانی کو احسن طریقے سے پیش کیا، جس کی وجہ سے یہ کردار رشتوں کی بیگانگی کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاں افسانوں میں پلاٹ اور کردار باہمی ربط سے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے خیال میں تقسیمِ ہند کے بعد جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ ایک سانحہ سے کم نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس نظام کی اپنی ایک پہچان تھی جو تقسیم سے زوال پذیر ہوئی۔ قومی یک جہتی کا تصور زوال پذیر ہوا۔ فرقہ پرستی کو فروغ ملا۔ مذہبی منافرت اور مسلکی مسائل سامنے آئے۔ تہذیبی تصادم کے نتیجے کو دو قومی نظریے نے فروغ دیا۔ مختصر یہ کہ قرۃ العین حیدر بھی دیگر تخلیق کاروں کی طرح تقسیمِ ہند کو نقصان دہ قرار دیتی ہیں۔ ان کے افسانوں "جلاوطن"، "ہاؤسنگ سوسائٹی"، "یاد کی ایک دھنک چلے"، "پت جھڑ کی آواز"، "ڈالن والا" وغیرہ میں یہی مسائل سامنے لائے گئے جن کی وجہ سے تہذیبی تصادم کو فروغ ملا ہے۔ دیگر یہ کہ وہ اودھ کی مٹتی ہوئی تہذیب کے حوالے سے اپنی اواز سامنے لاتی ہیں۔ چوں کہ ان کا تعلق بھی اسی جاگیردارانہ نظام سے رہا ہے۔ وہ اعلیٰ طبقے کی نمائندگی کرتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں وحید اختر لکھتے ہیں:

> "قرۃ العین حیدر کے یہاں زمیندار اور اعلیٰ عہدے دار طبقے کی عکاسی ابتدا سے تھی۔ لیکن ان کے افسانوں میں ان کی نگاہ میں تجزیاتی گہرائی آگئی ہے۔ وہ گزشتہ تہذیب کی خوبیوں کے ساتھ اس کے انحطاط کے اسباب کو سمجھ گئیں۔ ان کا یہ تجزیہ معاشیاتی یا عمرانی مقالہ نہیں۔ یہی ان کی خوبی ہے۔ مواقع ، واقعات کو فنکارانہ انداز میں پیش کرتی ہیں، وہ تاریخ اور معاشرے کی تبدیلی کی جزئیات سے واقف ہیں۔ اس جزئیاتی عمل کو وہ خشک فلسفیانہ اور سائنسی اصطلاحات کے بجائے انسانی جذبات و احساس ،اقوال و افعال کے فطری اظہار میں دیکھتی اور دکھاتی ہیں۔ آدمی پشمان ہوتا ہے کہ ان کی ہمدردی انحطاط پذیر ہوتے ہوئے طبقات کے ساتھ ہے اور وہ نودولتیے طبقے کو حقارت سے دیکھتی ہیں۔ ایسا فطری ہے، اس لیے کہ اس طبقے کی کچھ انسانی اقدار تھیں۔ اس نئے طبقے کا تمام تر فلسفہ و عمل

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

غیر انسانی و بہیمانہ ہے۔نچلا طبقہ ان کا موضوع نہیں لیکن ان کی ہمدردیاں ان کے ساتھ واضح ہیں۔"(۱)

قرۃ العین حیدر کے نزدیک اعلیٰ اقدار ہی سب کچھ ہیں کیوں کہ ملک کی تقسیم کے ساتھ تاریخی، سماجی، سیاسی اور تہذیبی اقدار زوال پذیر ہوئیں۔ ان کے حساب سے یہ اقدار انسانی جمالیات کی مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں یہی اقدار اپنا رنگ دکھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک نقطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے محمود ہاشمی لکھتے ہیں :

"دو عظیم جنگوں، ملکی اور بین الاقوامی سیاست نے انسانی زندگی کی تمام تر بنیادیں منتشر کردی تھیں۔ انسان کا انفرادی وجود ریزہ ریزہ ہوکر عدم کے اس افق سے قریب تر ہوتا جارہا تھا جہاں موت کا سناٹا تھا۔۔۔یا زندگی سے متعلق انتہائی اضطراب زدہ سوالات،قرۃ العین حیدر نے اپنے افسانوں کو ان سوالات کا محور بنایا اور اس تخلیقی رویے کی تشکیل کی جو حقائق کے اثبات کی بجائے باطنی صداقتوں کی جستجو کا سرچشمہ ہے۔ نئے سوالات اور نیا تخلیقی رویہ، اظہار کی نئی جہتوں کا باعث بنا۔۔۔وہ اسالیب وجود میں آئے جو جدید افسانے کی سب سے پہلی شناخت کیے جاسکتے ہیں۔"(۲)

قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں باطنی صداقتوں کے سرچشمے ہر جگہ پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ ان المیوں اور سانحات کو دیکھتی اور پرکھتی ہیں۔ مٹتی ہوئی تہذیب کے پروردہ کرداروں کی داخلی کش مکش ان کے ہاں اپنے بھرپور رنگ دکھاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں تخلیقی اثر کے سرچشمے نظر آتے ہیں۔ان کے ہاں ایسے کردار ملتے ہیں کو اپنی شخصیت کے پردوں میں گم ہیں۔یہ کردار اپنی شخصیت کے آئینے میں پوری دنیا کا نظارہ کرتے ہیں۔ان کے ہاں واقعات اور حقائق کے درمیان کوئی فاصلہ یا خلا موجود ہوتا ہے۔ان واقعات میں باطنی خاموشی اور کرداروں کی باطنی کش مکش کے استعارے سامنے آتے ہیں،ان کے افسانے "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"اس سنسان ،اکیلی روش پر، نرگس کی پتیوں کا سایہ جھک گیا۔۔۔بیکراں رات کی خاموشی میں چھوٹے چھوٹے خداؤں کی سرگوشیاں منڈلا رہی تھیں۔ پیانو آہستہ آہستہ بجتا رہا اور ایسے لگا جیسے ساری کائنات ایک ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے اور اس وسیع خلا میں صرف اس کا خیال، اس کی یاد، اس کا تصور ارزاں ہے اور اس وقت صرف اس نے محسوس کیا کہ رات مرغزاروں کی ہوا اور اس کی یاد ایک بار پھر جمع ہو گئے ہیں۔ لیکن اس وقت دھندلے ستاروں کی مدھم چیخیں آسمان پر گونج اٹھیں اور ان تینوں ساتھیوں کو منتشر کرتی ہوئی پہاڑیوں کی دوسری طرف جا کر ڈوب گئیں اور خیالوں کے دھندلکے میں سے کہتا سنائی دیا۔۔لیڈی ویرونیکا۔۔۔ہش۔۔۔چاند سن لے گا۔پھول جاگ اٹھیں گے اپنے ساز

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

> اور رواں نہ کرو، نیندوں کی بستی کے رستوں پر سے خوابوں کا، پھولوں کا، گیتوں
> کا کارواں آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔۔۔"(۳)

اوپر کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کردارون کی ساخت اور آہنگ ایسا ہے کہ وہ شکست وریخت کا شکار ہیں۔ اگرچہ ایک رومانی اسلوب کا پیرایہ چل رہا ہے مگر کردار زوال پذیری کا شکار ہیں۔ ان کی اندرونی کش مکش ظاہر ہو رہی ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

> "زندگی مہیب ہے۔۔ ہیبت ناک، خوفناک اور اکتائی ہوئی زندگی اپنے
> آپ سے اکتا گئی ہے۔ زندگی کبھی ہاتھ نہ آنے والی اور دور سے نظر آکر پھر بھی
> کھوجانے والی فردوس کے لیے روتے روتے تھک چکی ہے۔۔۔ وقت
> کسی پرانے دیوتا کا پرانا خوب بن کر اپنی جگہ ٹھہر گیا ہے۔۔۔ وہاں صرف
> رات کی چیخنیں تھیں۔۔۔ اور خوابیدہ کائنات کی سسکیاں اور چاندنی کی
> ٹھنڈی آگ۔"(۴)

اوپر کی مثال میں بھی کرداروں کی کش مکش نے زندگی کو تھکاوٹ کا شکار کر دیا ہے اور وہ اندر ہی اندر خود سے لڑتے ہوئے اکتا سے گئے ہیں اور پڑھنے والوں پر داخلی اور کارجی استعاروں کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اس طرح افسانوں کے یہ کردار اور مناظر الفاظ اور خاموشیاں سب ایک دوسرے سے منسلک ہیں، ان کے شخصی وجود کے اندر ایک عجیب سی بے چینیاں ہیں۔ ان کے اندر تاریخی اور تہذیبی زوال کی وجہ سے تفہیم کے انداز سے گزر رہی ہیں۔ یہ کردار ایک پل کی مانند اپنے فیصلوں میں آزاد نہیں ہوتے۔ دراصل یہ کردار مصنفہ کے ذاتی نہاں خانوں سے تخلیق ہوتے ہیں اور ان کے کرداروں کا باطنی تخیل انھیں ہر پل وحدت تاثر تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ان کے کرداروں کے ہاں بہت سی غیر مرئی اشیا کا سا تاثر ابھرتا ہے۔ جیسے خیال، موت، تنہائی، تاریخ، پتھر، ندی، دریا، پانی اور موسیقی وغیرہ۔ یہ استعارے اور علامات افسانہ نگار کے تخیل کی پیداوار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تہذیبی شعور نے اُن سے "آگ کا دریا" لکھوایا جو ہندوستان کی قدیم تاریخ و تہذیب سے لے کر تقسیمِ ہند تک کے مختلف ادوار کا نقشہ سامنے لاتا ہے اس میں وہ تہذیبی اتار چڑھاؤ بھی سامنے لاتی ہیں اور اس طرح تاریخی تناظر میں ایک بھرپور انداز سامنے لاتی ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس ناول کے کردار بھی اندرونی کش مکش کا شکار ہیں اور یہ زوال پذیری ان کے افعال و اقوال میں سامنے آتی ہے پھر وقت ایک کردار کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ جیسا کہ افسانہ "جلاوطن" میں یوں سامنے لایا جاتا ہے :

> "ملک آزاد ہو گیا، کھیم وتی کی شادی ہو گئی۔ کشوری کے گھر والے آدھے
> پاکستان چلے گئے۔ اس کے بابا اب بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ آنکھوں سے کم
> دکھائی دیتا تھا۔ ایک ٹانگ پر فالج کا اثر تھا۔ دن بھر وہ جون پور
> میں اپنے گھر کی بیٹھک میں پلنگڑی پر لیٹے ناد علی کا ورد کیا کرتے۔
> اور پولیس ہر وقت ان کو تنگ کرتی۔"(۵)

تقسیم ملک کے بعد محرم کی بھی وہ رونقیں نہ رہیں۔ زیادہ تر لوگ اور خاندان ہجرت کر چکے تھے۔ جو بچے کچھے لوگ تھے وہ بھی ہجرت کے لیے پر تول رہے تھے۔ یعنی ماحول پر ایک افسردگی طاری تھی۔ اس دوران کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا۔ سب ایک دوسرے سے بے خبر تھے اور اپنی پریشانیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اسی ماحول کی لفظی تصویر ملاحظہ ہو:

> "عاشورہ کی شب مدن بوا حسبِ معمول عینک گھر بھول آئیں تھیں۔ دوبارہ
> غلط پڑھنا شروع کیا لیکن سب پر ایسی اداسی اور اکتاہٹ طاری تھی کہ

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

> کسی نے ان کی تصحیح کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ آنگن نے آواز ملائی۔۔۔چراغوں کی روشنی دالان میں مدھم سا زرد اجالا بکھیرتی ہیں۔ آنگن کا گیس پندرہ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔اس تاریکی میں کشوری سیاہ دوپٹے سے سر ڈھانپے اپنی جگہ اکروں بیٹھی سامنے رات کے آسمان کو دیکھتی رہی۔"(۶)

اس اقتباس پر غور کیا جائے تو وہی بے رخی اور بے اعتنائی کی صورتِ حال کا سامنا ہو رہا ہے جو ان کے کرداروں کا عمومی تناظر پیش کرتا ہے۔ان کے کرداروں کا یہ بھی ایک المیہ ہے کہ بعض کردار جو پاکستان چلے گئے ہیں،ان کو جلاوطن کا طعنہ بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے وہ مزید ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔اس حوالے سے وہ ایک جگہ لکھتی ہیں:

> "ہم اپنے بد قسمت ملک کی وہ نوجوان نسل ہیں ہو یورپ کی جنگ اور اپنے سیاسی انتشار کے زمانے میں پروان چڑھی۔ اپنی خانہ جنگی کے دور نے اس کی ذہنی تربیت کی اور اب اس ہولناک سرد لڑائی کے محاذ پر اسے اپنے اور دنیا کے مستقبل کا یقین کرنا ہے۔"(۷)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں زندگی، موت، شخصیت اور وجود سب اپنے اپنے تضادات کی وجہ سے متصادم ہیں۔ ہر کردار منقسم ہے اور اس طرح اپنے اپنے وجود کے حوالے سے تنہائی کا شکار ہے۔ان کے کردار وقت کے قیدی ہیں۔وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں زیادہ تر مسائل وقت کی وجہ سے بھی در آتے ہیں۔ یوں ان کے کرداروں میں وقت کی وجہ سے ان کے خیالات میں مدوجزر کی کیفیت پائی جاتی ہے۔یہ کردار کبھی خود کلامی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں تو کبھی شعور اور لاشعور کے ذریعے سے ماضی، حال اور مستقبل کے نہاں خانوں میں سرگرداں و پریشاں ہوتے ہیں۔ اس طرح ان میں تہذیبی اتار چڑھاؤ کی کیفیت ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔اس سلسلے میں یہ اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

> "جب وہ اپنے گھر،اپنے کھنڈر،اپنے کھیت چھوڑ کر جاں وہ سنہرے اناج کے ساتھ بھوک بوتے،جوتتے اور کاٹتے تھے۔"(۸)

اوپر کے اقتباس میں بھی کرداروں کی داخلی کش مکش کو تقسیم ہند کے پس منظر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔یہ افراد دو کی بجائے ایک مکمل جماعت میں تبدیل ہو گئے ہیں اور اپنے عہد کی تاریخ کا حصہ بن کر ماضی، حال اور مستقبل کے تصور میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں۔اس طرح جب وہ تاریخ و تہذیب کے عمل سے گزرتے ہیں تو یک بار پھر افراد کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔یہ سارے کردار اپنے وجود میں سرگرداں ہیں اور خود کلامی کے ذریعے سے تاریخ میں بدل رہنے تہذیبی بازیافت کی تلاش میں ہیں۔وہ خود سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

> "یہ میں،میں ہوں، خاموشیوں کی دیوی نے آہستہ سے کہا۔۔۔تم جس راستے سے چلوگے،بالآخر مجھ تک پہنچو گے۔۔۔جو راگ سنو گے اس میں میری آواز ہو گی، جس خوشبو کو محسوس کرو گے،اس میں میری مہک پاؤ گے۔۔۔پھولوں کے جو رنگ دیکھو گے،ان میں میری جھلک موجود ہو گی۔۔۔میں ستی ہوں۔۔۔میں یشودھراں ہوں۔۔۔میں تمہارے وجود کا سایہ ہوں۔سایہ جو کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔جو ہمیشہ آگے آگے چلتا ہے لیکن مل نہیں سکتا اور مستقبل کی صدیوں کے اندھیرے میں کھو جاتا ہے۔"(۹)

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

ان کے کرداروں میں اپنے بکھرے ہوئے وجود کے حوالے سے ایک نامیاتی سوچ پائی جاتی ہے۔ان کے کئی خاندان تقسیم ہند کی وجہ سے متاثرہ ہیں تو کئی ایسے بھی ہیں جو اپنے جذباتی پن کی وجہ سے کسی بھی جگہ خود کو ایڈجسٹ نہیں کرپاتے۔وہ اپنی ثقافتی اور روحانی بنیادوں پر پیہم یقین رکھتے ہیں تو کبھی عہد کے المیوں کا شکار ہو جاتے ہیں، اس طرح یہ کردار چند لمحوں کے لیے ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں اور تلخ تجربوں کا اظہار یوں کرتے ہیں :

"ہاں ہم بہت برے زمانے میں ملے ہیں اور اسی کے گھنٹے ہمارے پیچھے بجتے جا رہے ہیں، ہماری زندگی کو چوہے کتر رہے ہیں اور ہمارا خدا پہاڑوں پر پیدا ہونے سے پہلے ہی مر چکا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین سے فراغت پا کر میں تمہارے پاس آئی ہوں۔تم نے غلطی کی ہے،جب یہ سفید بیمار چوہے اپنے بلوں کو واپس بھاگ جائیں گے تب تم بھی بور ہو چکی ہو گی، اسی طرح مرنے کا انتظار کرو۔جیسے اور سب مرتے ہیں۔"(۱۰)

مذکورہ بالا اقتباس میں سفید چوہوں کو علامت کے طور پر شامل کیا ہے۔ یہ جدید انسان کے مسائل کی طرف ایک اشارہ ہے کہ اب ہماری مثال سفید چوہوں جیسی ہو گئی ہے۔ جس میں اپنے وجود کے حوالے سے عجیب و غریب خیالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وجودی فلسفے سے متاثر ہو کر تخلیق کیے جانے والے ان کے بعض افسانوں میں پائے جانے والے ان کے کردار اپنی مشابہت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔اس طرح وہ وقت کا شکار ہو کر اپنی وجودی شناخت کے تصور میں رہتے ہیں۔جیسے:

"یہ محض ایک اتفاق ہے کہ ویسٹ لینڈ اور کیکٹس لینڈ کے تھیم میں ایک مماثلت موجود ہے۔ویسٹ لینڈ پانچ حصوں پر مشتمل ہے اور "کیکٹس لینڈ" بھی پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

موسم بہار کی آمد اور The Burial of the Dead ویسٹ لینڈ کا پہلا حصہ خزاں کے خاتمے سے شروع ہوجاتا ہے۔کیکٹس لینڈ کا آغاز بھی موسم بہار کی آمد کے ایسے ہی منظر نامے سے ہوا ہے۔"(۱۱)

اس سلسلے میں محمود ہاشمی کے الفاظ یہ ہیں:

"اب خزاں بھی واپس جارہی ہے اور سفیدے کے جنگل پر ہریالی اتر رہی ہے اور جھیل کے پرولے کنارے تک پھیل آئے ہیں اور جب سبز بانس کا جھنڈ اپانی کی سطح پر جھک کر ہوا میں ڈولتا ہے تو چپکے سے رونے کو جی چاہتا ہے۔ سفیدے کا چھوٹا سا جنگل اس طرح چپ چاپ کھڑا ہے اور اسیس کی خانقاہ بھی اسی طرح خاموش اپنی جگہ پر موجود ہے، اور کبھی کبھی کوئی راہ گیر پتوں کو روندتا سفیدے کے جھنڈ سے گزر جاتا ہے۔"(۱۲)

اس حوالے سے محمود ہاشمی نے کہا تھا کہ قرۃ العین حیدر ٹی ایس ایلیٹ سے مشابہ نظر آتی ہیں۔وجہ یہ ہے کہ انھوں نے وقت اور زمان و مکان کا تصور تسلسل کے ساتھ اپنے ناولوں اور افسانوں میں شامل کیا ہے۔وجہ یہ ہے کہ ویسٹ لینڈ کا استعارہ پہلی جنگِ عظیم کے بعد کی ذہنی ویرانی اور انتشار کو ظاہر کرتا ہے جب کہ کیکٹس لینڈ کی علامت تقسیم کے بعد انسانی رشتوں اور تہذیبی زوال کی علامت کے طور پر درج کی گئی

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

ہے۔افسانہ "جلاوطن" دراصل موجودہ دور کا المیہ ہے کس میں زندگی کے کھوکھلے پن ،تنہائی اور جلاوطنی کے جذبات کو صفحۂ قرطاس پر ابھارا گیا ہے۔ یہ وقت کا جبر ہے جس کی وجہ سے اس کے کردار اپنی شناخت اور پہچان کے لیے سرگرداں اور پریشاں ہیں۔اس افسانے کے حوالے سے ڈاکٹر محمد صادق خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یوں گویا ہیں:

> "جلاوطن "ایک بہترین افسانہ ہے جو ان کے فن کے رومانوی خول کو توڑ کر
> حقیقت پسندی سے رشتہ استوار کرتا ہے۔"(۱۳)

اگر ہم قرۃ العین حیدر کے افسانوں کی مجموعی فضابندی پر نظر ڈالیں تو ان کے کردار کہیں تو وجودیت کا شکار ہیں تو کہیں اپنی پریشانیوں اور تنہائیوں کی وجہ سے مسائل کا شکار ہیں۔ان کرداروں کی اندرونی کش مکش نے قرۃ العین حیدر کے افسانوں کے مختلف سطحوں مٹتے تہذیبی اخلاقی اور سماجی اقدار کے چکنا چور ہونے اور ملک کے منظم نظم ونسق کے بکھرنے کے شدید غم میں مبتلا ہیں۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 6 (June) (2026)

حوالہ جات

۱۔ وحید اختر، قرۃ العین حیدر کے افسانے: فکر و فن، مشمولہ، قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، از ارتضیٰ کریم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۴۵۷

۲۔ محمود ہاشمی، انبوہ زوال پرستاں، طیب پبلشنگ ہاوس، حیدر آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۲۳۹

۳۔ قرۃ العین حیدر، مجموعہ قرۃ العین حیدر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵۳

۴۔ ایضاً، ص ۲۵۴

۵۔ ایضاً، ص ۷۰

۶۔ ایضاً، ص ۸۳

۷۔ ایضاً، ص ۸۱

۸۔ ایضاً، ص ۱۵۱

۹۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷۰۔۱۷۱

۱۳۔ ڈاکٹر محمد صادق، ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۱۹۰